کی تعداد کا بھی لحاظ کیا ہے۔ چنانچہ وہ قصائد کے کم یا زیادہ ہونے کے اعتبار سے شعراء کے مقام و مرتبے میں بھی کمی یا زیادتی کرتا ہے۔ ابن سلام نے پہلی مرتبہ اس امر کی طرف توجہ دی کہ ناقد کے لیے کچھ بنیادی شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہے۔ کلام عرب پر اس کی گہری نظر ہو۔ اشعار کے محاسن و معائب کو پہچاننے کی صلاحیت ہو۔ اس کا ذہن قبائلی عصبیت سے پاک ہو۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تعصب و جانبداری کی بنا پر کم تر درجے کے شاعر کو کسی بڑے شاعر پر فضیلت دے دیتے تھے۔ وہ شعراء کو ایک دوسرے سے افضل قرار دینے میں بہت احتیاط سے کام لیتا ہے اور جب بھی کسی شاعر کو افضل قرار دیتا تو اس کی وجہ بیان کرتا۔ دلیل فراہم کرتا، وہ کہتا ہے کہ اگر ایک ہی فکر و مفہوم کو متعدد شعراء نے بیان کیا ہے تو فضیلت اس شاعر کو ملے گی جس نے پہلی مرتبہ اس فکر کو ایجاد کیا (۴۸) وہ ان اسباب پر بھی روشنی ڈالتا ہے جو اشعار کو وضع کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ وہ ناقد کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہتا ہے۔

> "کسی نے خلف احمر سے کہا کہ جب میں کوئی شعر سنتا ہوں اور وہ مجھے اچھا لگتا ہے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کے بارے میں آپ کا اور آپ کے اصحاب کا کیا خیال ہے تو خلف بن احمر نے اس سے کہا: اگر تمہارے پاس کوئی درہم ہو جو تمہیں دیکھنے میں اچھا لگے پھر صراف یہ کہہ دے کہ وہ کھوٹا ہے تو کیا اس کی خوبصورتی سے تم کو کوئی فائدہ ہوگا" (۴۹)

وہ کہتا ہے:۔

> "طائف میں شعراء کی کثرت نہیں ہے کیونکہ شعراء کی تعداد تو وہاں زیادہ ہوتی ہے جہاں کہ قبائل کے درمیان باہمی

جنگیں ہوا کرتی ہیں جیسے اوس و خزرج کی جنگ اور چونکہ قبیلۂ قریش کو نہ تو باہمی جنگوں کا سامنا تھا اور نہ ہی بیرونی حملوں کا خطرہ جس کی بدولت ان کے درمیان شعروشاعری بہت کم پروان چڑھی ہے (ن۔ ص)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
گھر ہی کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کس قدر تکلیف دہ ہے یہ بات کہ ملت کے بہی خواہ' ملت کے اداروں کے درپے آزار ہیں۔ محقق حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ نے جن دو اداروں کی آبیاری کی اور پروان چڑھایا۔ ان دو اداروں کو یکسر نیست و نابود کر کے چند ضمیر فروش مکتبہ برہان اور ندوۃ المصنفین کو مالی مشکلات میں مبتلا کر رہے ہیں جعلی کتابیں چھاپ کر ناجائز نفع کما رہے ہیں اور اس طرح اپنے ایمان کو داغدار کر رہے ہیں۔ دیگر کتابوں کے علاوہ مصباح اللغات اور قصص القرآن کو بلا اجازت مکتبہ برہان اور ندوۃ المصنفین چھاپ کر ہر دو اداروں کو مالی بحران میں مبتلا کر رہے ہیں۔ قانونی چارہ جوئی کے نوٹس کچھ لوگوں کو دیئے جا چکے ہیں۔

مگر اپنی نازیبا اور غیر قانونی حرکتوں سے اب بھی باز نہیں آتے۔ شرم، شرم،
آپ سب مخلص حضرات سے التماس ہے کہ ہر دو کتابیں اور دیگر بھی صرف مکتبہ برہان اور ندوۃ المصنفین سے ہی خرید فرمائیں۔ اور چند پیسوں کے خاطر غیر ذمہ دار افراد کی حوصلہ افزائی فرما کر ادارہ ندوۃ المصنفین اور مکتبہ برہان کو مالی مشکلات میں مبتلا نہ کریں۔ اللہ آپ کو اس کی جزا دے گا۔

خادم: عمید الرحمٰن عثمانی، خلف مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ
مینجر مکتبہ برہان و ندوۃ المصنفین۔ دہلی۔

اودھ کے چند عربی شعراء

مسعود انور علوی ۔ کاکوروی

(گذشتہ سے پیوستہ)

۲۔ وزیر علی وزیر سندیلوی :۔

وزیر علی بن انور علی بن اکبر علی بن محمد اللہ صدیقی سندیلوی اپنے عہد کے ایک عالم اور صاحب طرز ادیب و شاعر تھے۔ ابتدائی تعلیم سندیلہ میں حاصل کی۔ مزید تعلیم کے حصول کے لئے کلکتہ گئے۔ وہاں جملہ علوم و فنون کی تحصیل کی اور عربی ادب میں ید طولیٰ حاصل کیا۔ سندیلہ اور کلکتہ کے قیام کے دوران کے زیادہ حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قائم کردہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ڈھائی سو روپیہ ماہوار تنخواہ پر بحیثیت مدرس تقرر ہوا۔ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ (۱۲۴۳ھ/۱۸۱ء - ۱۲۵۲ھ/۱۸۲۰ء) کے دور حکومت میں کلکتہ میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے(۱)

وزیر علی کے صاحب طرز اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ دیوان کا ایک نادر نسخہ کلکتہ کی نیشنل لائبریری (۴۳۵) میں محفوظ ہے۔ دو سو دو اوراق پر

۱۔ تذکرہ: ۲۵۰؛ النزہۃ ۷/ ۵۲۴۔

مشتمل یہ نسخہ بخط نستعلیق و خوشخط لکھا ہوا ہے چھ ہزار سے زائد اشعار ہیں۔ دیوان میں داخلی شہادتوں کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انھیں شیخ احمد انصاری اور محمد امین اللہ سے بھی تلمذ تھا۔ عمر کا کچھ حصہ بھوپال میں بھی بسر کیا تھا۔ دیوان میں غزلوں کا حصہ زیادہ ہے۔ یہ غزلیں مختلف بحور و قوافی میں ہیں۔ حمدیہ و نعتیہ کلام بھی ہے اور منظوم مراسلت بھی۔ قصائد اور نظموں کے عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ ان عنوانات کے ساتھ ہی غزلوں اور نظموں نیز قصیدوں کی بحریں بھی درج ہیں۔ صنائع و بدائع کا استعمال ایک حد تک مفقود ہے۔

دیوان کی ابتدا کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"قلت حامداً للہ رب العلمین ومصلیا علی رسولہ وحبیبہ طٰہٰ الطاہر الأمین وعلی آلہ الطاہرین المطہرین واصحابہ الراشدین الہادین المہدیین واتباعہم السالکین علی منہاجہم المستقیم الظاہر المتین .... وہٰذہ الأبیات من البحر الکامل المضمر کما لا یخفی علی کل ذی رأی رحنین۔

الحمد للہ الذی خلق الھوی	واشاعہ من بعدہ بین الوریٰ
قد صنف الانسان اصنافا فکم	ابدی صنوفا فوق تعداد الحصیٰ
لبشری لھم دوما فقد ساد وأعلیٰ	کل البرایا بالجلالۃ والعُلیٰ
فلہ علیھم حمد ذالک واجب	ولھم بھٰذا الحمد خیر یرتجیٰ

بحر وافر کی ایک مناجات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے مصائب و آلام کے دفاع کی دُعا مانگی ہے۔

سوالی یا الٰھی فی الفناء	وانت بغیر بین ذو البقاء

بحیلة الوری تیسیر کل حال　　ومنهو طالب غیر الرجاء

واعطنا الاساوالمروة حتی　　تبدی کالخلال بلا مراء

محمد رسولک الهادی لکل　　من الثقلین خیر الانبیاء

مناجات کے بعد بحر وافر میں تینتیس اشعار پر مشتمل ایک نعت ہے۔

الم علی انواع البلاء　　اذا القیت نفسی فی الهواء

هو المولی الذی فاز البرایا　　بلطف جا به بالاهتداء

ایا مولی الوری لطفا و رحما　　علی حال الوری تیسیر بدفع داء

نعت کے بعد بحر کامل، بحر طویل، بحر رمل اور بحر متقارب میں بالترتیب یارہ، انیس، انیس اور ستره اشعار ہیں۔ اپنے اساتذہ شہاب الدین مد، مولوی امین اللہ، مولوی نجف علی، مظہر حسن وغیرہ کی وفات پر ثی ہیں۔ شیخ احمد شروانی کے نام دو صفحات پر مشتمل عبارت اور اسی قدر حیہ اشعار ہیں۔ مفتی محمد ساجد، شیخ احسان اللہ، محمد صادق خان اختر، احمد کبیر، ولوی حیدر علی وغیرہ کی شان میں مدحیہ قصائد ہیں۔ چند انگریزوں مثلاً زدن، برلیس اور مسٹر کمنجی کی شان میں بھی مدحیہ قصائد ہیں۔ غلام حضرت ر مولوی فضل رحمن وغیرہ کے نام منظوم خطوط بھی ہیں۔

عشق کی مذمت (واسوخت) میں بھی اشعار ملتے ہیں:-

ما اتی عبد یا کلها خطب الوری　　یا لیت ما قد لاح هذا فی الوری

کم ذل من ایدیه اعیان کرام　　حمل البلایا منه ملاک العلی

فی حبه ضاع عمری عبثا　　یا لیت لمحجتی المحبتی الهوی ملعنا

مولوی امین اللہ کے مرثیہ کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

قد کان بالعلم عند کل ناس قاطبة　　وما لابد کم عند و دائنه فی العصر

۳- مفتی محمد عباس تستری لکھنوی :-

مفتی محمد عباس ابن سید علی اکبر کے جد امجد سید محمد جعفر آصف الدولہ کے آخر عہد میں سنہ ۱۲۱۰ھ میں شوستر سے ہجرت کر کے لکھنو آئے۔ نواب سعادت علی خاں اور غازی الدین حیدر نے ان کی بڑی پذیرائی کی۔ نواب موصوف نے انھیں اپنے خاص مصاحبین میں شامل کر لیا۔ ان کے دو بیٹے پیدا ہوئے (۱) سید علی (۲) سید مکی، کو

مفتی صاحب کے والد سید علی اکبر ایک متقی اور شب زندہ دار شخص تھے مفتی صاحب ۲۹ ربیع الاول ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء کو لکھنو میں پیدا ہوئے "خورشید کمال وادب" ولادت کی تاریخ ہے۔ سلسلہ نسب ستر ہ واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم تک پہنچتا ہے۔ تحصیل علم کا شوق بچپن سے تھا پیدائشی سریع الفہم اور ذکی الطبع تھے۔ مولوی عبد القوی، مولوی عبد القدوس اور مولوی قدرت علی (تلمیذ ملا بحر العلوم فرنگی محلی) سے علم کی تحصیل کی۔ اس کے بعد طب کی تحصیل کے لئے مرزا عوض علی اور مرزا علی حسن خاں کی طرف رجوع کیا۔ شرح اسباب قانون "طبیب الملوک اور مسیح الـ" سے پڑھی۔ ایک عرصہ تک مطب بھی کیا۔ نیز سید العلماء سید حسین بن سید دلدار علی غفران مآب سے فقہ و حدیث کی کچھ کتابیں پڑھ کر علم تجوید کی بھی تکمیل کی۔

محمد علی شاہ، بادشاہ اودھ نے ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں ماہوار وظیفہ مقرر کیا جو ان کی زندگی تک مفتی صاحب کو ملتا رہا۔ جب امجد علی شا

کا عہد سلطنت آیا تو انھوں نے نواب سعادت علی خاں کے مقبرہ میں عربی مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور انھیں اس میں مدرس مقرر کیا چنانچہ مفتی صاحب تین سال اس عہدہ پر رہے۔

کچھ عرصہ بعد نواب امین الدولہ بہادر کی تجویز اور سید العلماء کے اصرار پر محکمۂ وزارت کے دارالافتاء سے منسلک ہوئے۔ بڑی دیانت داری، خوش اسلوبی اور ذہانت و فراست سے اس اہم عہدے کی ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ اس تمام عرصہ میں تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف سے برابر اپنے کو وابستہ رکھا۔

جب انتزاع سلطنت کا سانحہ پیش آیا تو کبیدہ خاطر ہو کر زیدپور ضلع بارہ بنکی چلے گئے۔ ۱۲۷۵ھ ۱۸۵۸ء میں نواب علی نقی خاں کی تحریک و طلب پر کلکتہ چلے گئے۔ وہاں کی آب و ہوا راس نہیں آئی لہٰذا اگلے سال ۱۲۷۶ھ ۱۸۵۹ء میں دو سال کی رخصت پر لکھنؤ آ گئے۔ ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۲ء میں دوسری مرتبہ لکھنؤ گئے۔ صاحب عالم بہادر (خویش و برادرزادہ واجد علی شاہ) نے شرف تلمذ حاصل کیا اور بڑے اعزاز و اکرام سے پیش آئے۔ انھیں نے ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں تاج العلماء اور افتخار الفضلاء کے خطابات دیئے مگر حاسدوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے وہاں دل نہ لگا اور بادشاہ کی وفات کے سال بھر بعد لکھنؤ آ گئے اور مدت العمر یہیں رہے۔ مفتی صاحب کو ملکہ وکٹوریہ کی پچاس سالہ جوبلی پر شمس العلماء کا خطاب بھی ملا تھا۔

۲۵ رجب ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء کو لکھنؤ میں وفات پائی اور امام باڑہ غفران مآب میں مدفون ہوئے (۱) (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مفتی صاحب کے ادبی سرمایہ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں نظم و نثر دونوں میں مکمل قدرت حاصل تھی۔ عربی و فارسی اور اردو تینوں زبانوں کی نظم و نثر پر یکساں عبور تھا۔ بدیہہ گوئی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ برجستہ تاریخیں کہتے تھے۔ ہزاروں اشعار صنعت تجنیس کی مختلف اقسام کے ماتحت کہے۔ اجناس الجناس، اسی قسم کے اشعار پر مشتمل مجموعہ ہے۔

انھوں نے تفسیر، حدیث، اصول حدیث، علم کلام و عقائد، فقہ و اصول فقہ، منطق و فلسفہ اور طب میں اپنی بہت سی تصانیف کا ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا۔

انھوں نے مقفّیٰ و مسجّع عبارت میں بھی خوب جولانیٔ قلم دکھائی ہے ان میں مکاتیب بھی ہیں اور تقاریظ بھی۔ کبوتر کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

«یا غلام اطلق الحمام، قبل ان ادخل الحمام، واکثر لها من الحبوب واطعمها السمین فانه غذاءها المرغوب، ولا تطعمها الا الارز والقمح فانه وان خلا من القبح لکنه یمرضها ولا تمسها ولا تقنصها ابداً۔ فانه یغمها ویحزنها، یا بنی اسمع الیها کیف تغرد ولا تنظر الیها حین تنفد ولا تطردها فان ذلك محظور وان حمام یوجب السرور علی اصحابها فیما تماد فیحصل الفساد والله رؤف بالعباد» (۲)

۱۔ تاریخ عباس، مرزا ہادی علی عزیز لکھنوی جلد اول و دوم مختلف اوراق، تذکرہ بے بہا: ۲۳۳۔ النزہۃ ۸:۔
۲:۔ تاریخ عباس، ۱:۔ ۲۲۸

وہ اس کے ذکر میں رقم طراز ہیں۔

یا بُنی شعث الطواویس کیف ترتقص وتمیس، لعمر الله اسبوح القدوس باری النفوس، انی مولع بالطاؤس، یدرج فرحاً ویزول سرحا وانی احیل النظر الی ذنبه وجناحه حین ینشره فی عدة دوائر واحده ..... وایاک ایاک ان تذبحه وتدخله فی حشائک وتجعله غذائک او عشائک کتکثر به حشائک، فان لحمه حرام عند الفقهاء العظام علی انّه حسن الشکل لایصلح للاکل، بری من التشویه فکیف تشویه فینبغی للانسان ان ینظر صنع الله فیه ویجعله فی مسرح انظاره، لا ان یدخله فی بطنه، لیس ما احله الله یکفیه، فلا یتعدی الا السفیه» (۱)

ان کا ایک ضخیم عربی دیوان اور قصیدہ محمدیہ طبع ہو چکے ہیں۔ ان کی منظوم تقاریظ، مراثی، تواریخ وفات اور مکتوبات میں سے بہت سے اشعار یکجا کر کے ایک دیوان مرتب کیا جا سکتا ہے۔ مثلث، مشجر، مشطر اور دیگر اصناف سخن مثلاً مستزاد، تضمین، ترجیع بند، مسدس، مخمس وغیرہ کی ان گنت مثالیں ”تاریخ عباسیہ“ میں مندرج ہیں۔ ان کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مفتی صاحب اپنے عہد کے منفرد ادیب اور صاحب طرز ادیب و شاعر تھے اور شاعری میں اس نوعیت کے یکتا تھے۔ نمونۃً چند اشعار درج ہیں۔

تری رحلة الاحباب مثل توقلا   وتبصر اعلی الناس بهیم سافلا